یوم تکبیر کو اپنی بڑائی اور ذاتی تشہیر کے لئے استعمال کرنا سنگین نتائج کا حامل ہو سکتا ہے

قومی سطح پر اصل "یوم تکبیر" ۱۲ مارچ کا دن ہے جب پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد منظور کی

قرآن وسنت کو سپریم لاء بنا کر اور ملکی معیشت کو سود کی نجاست سے پاک کر کے ہی "یوم تکبیر" کے عملی تقاضے پورے کئے جا سکتے ہیں

سپریم کورٹ پر حملہ کے مشہور مقدمہ میں "ملزمان" کو بری کرنے کا فیصلہ عدلیہ کی بے بسی اور عدالتی نظام کی فرسودگی کا مظہر ہے

الیکٹرانک میڈیا پر ڈراموں کی بھرمار اور کرکٹ میچوں کی کوریج کا مقصد عوام کی توجہ زندگی کے اصل حقائق سے ہٹانا ہے

بھارتی فضائیہ کے جواب میں پاکستانی فوج کی کارروائی ایک جرأت مندانہ اور آبرومندانہ قدم ہے

پاکستان کے جملہ عوارض کا حل صرف "اسلامی انقلاب" میں مضمر ہے

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے ۲۸/ مئی ۹۹ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(مرتب : نعیم اختر عدنان)

حمد وثنا' تلاوت آیات اور ادعیۂ ماثورہ کے بعد فرمایا :

آج ہمارے ملک میں شان وشوکت' جوش وخروش اور شور وشغب کے ساتھ یوم تکبیر منایا جا رہا ہے۔ لفظ "تکبیر" ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ حدیث قدسی ہے ((الکبر رداءی)) "تکبر و کبریائی میری چادر ہے"۔ اگر کوئی شخص تکبر کی روش اختیار کرتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کی چادر کو اس کے کندھے سے کھینچنے کی کوشش کرتا ہے۔ عرب معاشرے میں ہر مرد و زن کے لباس کا لازمی حصہ چادر ہوتی تھی۔ اسی چادر کی نوعیت اور قیمت کے اعتبار سے اس شخص کے سٹیٹس کا تعین ہوتا تھا' چنانچہ کسی شخص کے کندھے سے اس کی چادر کو اتار لینا انتہائی توہین کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا اگر ہم ۲۸ مئی کو یوم تشکر کے طور پر مناتے تو بہتر ہوتا۔ کیونکہ تکبر و کبریائی صرف خدائے واحد کو زیبا ہے۔ البتہ اس دن کو "یوم تکبیر رب" کے طور پر منانے کے لئے ضروری ہے کہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کر کے اللہ کی کبریائی کو عملاً تسلیم کروایا جائے۔

جیسا کہ سورۂ مدثر میں فرمایا گیا ﴿ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴾ "اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کرو' اس کی بڑائی قائم کرو"۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بڑا ہے مگر زمین پر اس کی بڑائی مانی نہیں جا رہی۔ اس کے خلاف عمومی بغاوت برپا ہو چکی ہے اور یہ دنیا ﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴾ کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کو معاملات دنیا سے یکسر بے دخل کر کے مسجد' مندر' گرجا تک محدود کر دیا گیا ہے۔ سیاسی نظام' معاشی حکمت عملیاں اور معاشرتی معاملات' زمانے کے چلن اور معاشرے کے رسم و رواج کے مطابق چلائے جا رہے ہیں۔ چونکہ عوام خود حاکمیت کے منصب پر فائز ہیں لہٰذا وہ اپنے لئے اپنی پسند کا قانون بنانے میں آزاد ہیں۔ آج کی دنیا میں انسانی حاکمیت کے تصور کو سب سے اعلیٰ قدر کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ جبکہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے خلاف اس انسانی بغاوت کا قلع قمع کر کے اس کی حاکمیت کو قائم کیا جائے۔ "اِک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں" کے مصداق تکبیر رب کے مفہوم کو قرآن مجید میں کئی جگہ مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ "اظهار دین الحق علی الدین کله" کی قرآنی اصطلاح سے واضح ہے کہ اللہ کے دین کو تمام نظام ہائے زندگی پر غالب کرنا آنحضور ﷺ کا مشن تھا۔ اسی مقصد کے لئے ﴿لِيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ کے الفاظ وارد ہوئے' کہ دین یعنی نظام اطاعت تمام کا تمام اللہ کے لئے ہو جائے۔ اس مفہوم کو حدیث نبویؐ کے ان الفاظ میں واضح کیا گیا ہے۔ ((لتکون کلمة الله هی العلیاء)) یعنی اللہ کا کلمہ تمام کلموں سے سربلند ہو جائے' اسی طرح نظامِ خلافت' نظام مصطفیٰ اور نظام اسلامی' یہ سب اصطلاحات ایک ہی مفہوم کو واضح کرتی ہیں' گویا اصل تقاضا تکبیر رب ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو اعلانیہ تسلیم کروایا جائے اور یہی بعثت محمدی ﷺ کی آخری منزل ہے۔ قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی اللہ کی حاکمیت قائم کرنے پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ کہف کی آیت ۲۶ میں فرمایا گیا ﴿ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ﴾ "وہ (اللہ) اپنے اختیار و اقتدار میں کسی کو شریک نہیں کرتا" اس کائنات میں حاکم حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے ۔

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیت توحید باری تعالیٰ کا عظیم خزانہ ہے۔ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ﴿ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ﴾ اس کو بڑا کرو جیسا کہ اس کی بڑائی کا حق ہے۔ گویا مقصود یہ ہونا چاہئے کہ "تکبیر رب" کی یہ روح بحیثیت قوم ہمارے اندر سرایت کر جائے۔ اس صورت میں مسلمان قوم بقول اقبال دست قضا میں شمشیر کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

کنٹرول لائن پر حالیہ کشیدگی اور اس کے نتیجے میں بھارتی فضائی حملوں کے جواب میں پاکستان کی مسلح افواج نے جو کارروائی کی ہے' وہ بھارت کے ایٹمی دھماکوں کے جواب میں پاکستان کی طرف سے کئے گئے ایٹمی دھماکہ کے رد عمل سے مناسبت رکھتی ہے' آئندہ حالات کیا رخ

اختیار کریں گے یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ مگر ایک آزاد و خود مختار قوم کا ردعمل یہی ہونا چاہئے تھا' چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کا یہ طرز عمل جرأت مندانہ ہی نہیں' آبرو مندانہ بھی ہے جس پر پوری قوم کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

دوسری طرف ایک تشویشناک پہلو یہ ہے کہ جس انداز سے یوم تکبیر منایا جا رہا ہے اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ حکومت کے پیش نظر محض اپنی قوت کا اظہار اور اپنے کارناموں کی تشہیر ہے۔ گویا "یوم تکبیر" نہیں بلکہ "یوم تکبر" منایا جا رہا ہے۔ جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا کہ کبریائی صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ اگر ہماری حکومت یا عوام کے اندر کسی وجہ سے اپنی بڑائی کا گھمنڈ پیدا ہو گیا ہے تو یہ طرز عمل نہایت سنگین نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کسی انسان کی اپنی ذات کے لئے سربلندی اور تکبر کی خواہش اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ ایک حدیث نبویؐ میں فرمایا گیا کہ "اگر کسی شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو گا تو وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔" ہمارے دین نے جشن منانے کا طریقہ بھی مقرر فرمادیا ہے۔ عیدین کے مواقع پر خوشی کا اظہار ہوتا ہے مگر اس میں متانت' وقار اور سنجیدگی کو ملحوظ رکھا جاتا ہے' شکرانے کے نوافل ادا کئے جاتے ہیں اور عید گاہ کی طرف آتے جاتے تکبیریں بلند کی جاتی ہیں۔

میرے نزدیک قومی سطح پر ہمارے لئے اصل یوم تکبیر ۱۲ مارچ کا دن ہے۔ اس لئے کہ پاکستان کا ایٹمی طاقت بننا اگرچہ اپنی جگہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں ہے! اس سے پہلے یہ صلاحیت دنیا کے کئی ممالک کے پاس موجود ہے۔ پاکستان کے اعتبار سے اگرچہ یہ بہت بڑا کارنامہ ہے لیکن کہاں ہماری ایٹمی صلاحیت اور کہاں امریکہ اور روس جیسی ایٹمی طاقتیں! البتہ ایک کام ایسا ہے جس میں پاکستان دنیا کے تمام ممالک سے منفرد اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ وہ یہ کہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد کو منظور کر کے ریاستی سطح پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کا ببانگ دہل اعلان کیا۔ یوں ساڑھے دس کروڑ پاکستانیوں کی نمائندہ اسمبلی نے قرارداد مقاصد کے ذریعے اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کا اعلان کر کے گویا "نعرۂ تکبیر" بلند کر دیا۔ قرارداد مقاصد میں واضح کر دیا گیا ہے کہ ہمارے پاس اختیار و حکمرانی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مقدس امانت ہے' جسے اس کائنات کے اصل حاکم کی متعین کردہ حدود کے اندر رہ کر ہی استعمال کیا جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ حاکمیت الٰہی کی اذان دینے کے بعد ہم بہت سی وادیوں میں بھٹک کر رہ گئے۔ ۱۲ مارچ ۹۹ء کا دن قرارداد مقاصد کی منظوری کی پچاسویں سالگرہ کا دن تھا۔ ہماری قومی غفلت کا یہ عالم ہے کہ سوائے تنظیم اسلامی کے کسی نے اس دن کی اہمیت سرے سے محسوس ہی نہیں کی۔ یوم تکبیر کی حیثیت سے اگر ہم لازماً کوئی دن منانا ہی چاہتے تھے تو اس کے لئے موزوں ترین دن ۱۲ مارچ بنتا ہے۔

ہماری موجودہ ملکی قیادت اگر واقعتاً "تکبیر رب" کا ارادہ رکھتی ہے تو وہ فوری طور پر دو اقدامات کر کے ہی اس کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ قرآن و سنت کی بالادستی کی حامل پندرہویں ترمیم کی منظوری کے لئے آئندہ فروری تک انتظار کرنے کی بجائے اس کی ذیلی دفعہ (۲) حذف کر کے اسے موجودہ سینٹ ہی سے منظور کرایا جائے۔ اس ضمن میں یہ بھی ضروری ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار پر عائد تمام پابندیاں ختم کی جائیں اور علماء ججوں کی تعداد بڑھا کر شرعی عدالت کے ججوں کی شرائط ملازمت کو ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ کے ججوں کے مساوی کیا جائے۔ یہ قدم اٹھانے میں میاں نواز شریف کو ہرگز تاخیر و تعویق کا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ دوسرا کام یہ ہے کہ اگر اللہ سے جاری جنگ بند کرنے میں نواز شریف مخلص ہیں تو ملک سے سودی نظام کے خاتمہ اور سود کے متبادل نظام سے متعلق راجہ ظفرالحق کی قائم کردہ کمیشن کی سفارشات کو عملی جامہ پہنانے میں ہرگز تاخیر سے کام نہ لیا جائے۔ بصورت دیگر یہ سمجھا جائے گا کہ یہ ایٹمی اسلحہ بھی خدانخواستہ آپ اللہ تعالیٰ ہی کے خلاف استعمال کریں گے۔ اس لئے کہ سودی نظام کو برقرار رکھنا درحقیقت اللہ اور رسولؐ کے خلاف جنگ جاری رکھنے کے مترادف ہے۔

الیکٹرانک میڈیا کے استعمال کے بارے میں روزنامہ جنگ کے کالم نگار جناب ارشاد احمد حقانی نے بڑا "چشم کشا" کالم لکھا ہے۔ میری ذاتی رائے کے مطابق جناب ارشاد احمد حقانی جو کچھ بھی لکھتے ہیں' وہ ان کی ذاتی اور دیانت دارانہ رائے ہوتی ہے جس میں بہت حد تک اعتدال کی روح کار فرما ہوتی ہے۔ ارشاد احمد حقانی نے اپنے ایک حالیہ کالم میں لکھا ہے کہ الیکٹرانک میڈیا کی موجودہ پالیسی کے بانی ضیاء الحق مرحوم تھے۔ حکومت وقت کے کارناموں کی تشہیر اور اپوزیشن کی کردار کشی' ضیاء الحق کے دور سے ہی ٹی وی کی پالیسی قرار پائے تھے۔ حقانی صاحب نے مستند حوالے سے یہ بات لکھی ہے کہ یہ اُسی دور کی پالیسی تھی کہ عوام کو کھیل تماشے میں مشغول رکھنے کے لئے دو پروگراموں پر خصوصی توجہ دی جائے' ایک یہ کہ ٹی وی ڈراموں کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور پرکشش بنایا جائے' اور دوسرے یہ کہ کھیلوں' بالخصوص کرکٹ میچوں کو زیادہ سے زیادہ کوریج دی جائے یہ اسی پالیسی کے تسلسل کا مظہر ہے کہ آج کرکٹ کے ورلڈ کپ کو "فرض عین" کا درجہ دے دیا گیا ہے اور ٹی وی سے خبرنامہ تک غائب کر دیا گیا ہے۔ جس کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے کہ عوام کو کھلونے دے کر بہلایا جائے اور انہیں لغو باتوں میں اس قدر مشغول اور منہمک رکھا جائے کہ انہیں زندگی کے اصل حقائق کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت ہی نہ ملے۔

عوامی سطح پر ہماری اکثریت نے تو دین کو بھی کھیل کود کا درجہ دے رکھا ہے۔ عوام کی اکثریت بزرگان دین کے عرسوں کے مواقع پر میلوں ٹھیلوں ہی میں شرکت کو اصل دین سمجھتی ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت ۷۰ میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ "چھوڑ دیجئے ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین ہی کو کھیل کود کا درجہ دے رکھا ہے اور دنیا کی زندگی (کی چمک دمک) نے انہیں دھوکے اور فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔" خود آنحضور ﷺ کے زمانے میں سرداران قریش لوگوں کو قرآن کی طرف متوجہ ہونے سے روکنے کے لئے راگ و رنگ کی محفلیں منعقد کرواتے تھے۔ اس مقصد کے لئے نضر بن حارث جیسے دشمن اسلام نے گانے والی خواتین کو شام سے بطور خاص منگوایا تھا۔ چنانچہ سورۂ لقمان میں فرمایا گیا "لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو کھیل تماشے کی چیزیں خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو بے سمجھے بوجھے اللہ کی راہ سے روک دیں اور اس کو تمسخر و استہزاء کا نشانہ بنائیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا۔ اور جب اس کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ پیٹھ موڑ کر اور تکبر کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرتا ہے کہ جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے کانوں میں قفل ہے (اور وہ بہرے ہو گئے ہیں)' اے نبی ﷺ ایسے شخص کو عذاب الٰہی کی بشارت دے دیجئے"۔ (آیت نمبر ۶-۷)

الیکٹرانک میڈیا بذات خود کوئی برائی نہیں اس کا استعمال برا ہے۔ اسی سے فروغ علم کا کام لیا جا سکتا ہے' تعلیم بالغاں کا انتظام کیا جا سکتا ہے' اس کے ذریعے نیکی اور بھلائی کی دعوت بڑے پیمانے پر عام کی جا سکتی ہے۔ قرآن مجید کا فکر و فلسفہ لوگوں کے اذہان و قلوب میں راسخ کیا جا سکتا ہے۔ آج سے سترہ اٹھارہ برس قبل ٹی وی پر میرے پروگرام "الہدیٰ" کے ذریعے قرآن کا یہی فکر و فلسفہ لوگوں کے سامنے آ رہا تھا' جسے لوگوں میں قبولِ عام حاصل ہو رہا تھا لیکن اس پر مغربی تہذیب کے علمبردار طبقہ میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ چنانچہ مغربی تہذیب کی دلدادہ خواتین نے قرآنی تعلیمات کا یہ مقبول ترین پروگرام بند کروا دیا۔

ایک اور قابل تشویش بات عدالت عظمیٰ کا وہ فیصلہ ہے جس سے خود عدالت کی بے بسی ظاہر ہوتی ہے۔ میری مراد اس واقعہ سے ہے جب جسٹس سجاد علی شاہ' چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان کے زمانے میں سپریم کورٹ پر حملہ ہوا اور عدالت عظمیٰ کے ججوں کو اپنی جان بچانے کے لئے بھاگنا پڑا۔ عدالت عظمیٰ پر یہ حملہ دن

دہاڑے ہوا مگر حال ہی میں اس کے تمام ملزمان کو باعزت بری کردیا گیا۔ ملک کے عدالتی نظام کی فرسودگی کا جس قدر رونا نواز شریف روتے ہیں' سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نواز شریف بالکل صحیح کہتے ہیں! اس لئے کہ ملک کی اعلیٰ عدالت پر ملک کے صدر مقام میں علی الاعلان حملہ ہوا مگر عدالت کسی ملزم کو سزا نہیں دے سکی۔ اس مقدمہ سے ملک کے دستور میں موجود ایک بہت بڑا خلاء واضح ہو کر سامنے آگیا ہے۔ وہ یہ کہ ہمارے ہاں قانون ساز اسمبلی اور انتظامیہ باہم گڈمڈ ہیں۔ قانون ساز اسمبلی کے ارکان ہی جو انتظامیہ کا درجہ بھی رکھتے ہیں' اگر عدلیہ پر حملہ کردیں' تو عدلیہ کا دفاع کون کرے گا؟ میرا خیال یہ ہے کہ ایسی صورتحال میں فوج کا کوئی آئینی کردار متعین کیا جانا چاہئے۔ آخر فاشزم اور کسے کہتے ہیں؟ عدلیہ اگر حکومت کی تائید میں فیصلے کرے تو ٹھیک ہے اور اگر حکومت کو یہ محسوس ہو جائے کہ عدلیہ ہمارے خلاف ہو رہی ہے تو اس پر حملہ کرا دیا جائے ——

اگرچہ ان ملزموں کو بری کرنے کا عدالتی فیصلہ عدلیہ کی مجبوریوں کا آئینہ دار ہے' اس لئے کہ گواہی کے بغیر ملزمان کو کیسے سزا دی جائے؟ یہ ہمارے نظام کی خرابی ہے جسے دور کیا جانا بھی ضروری ہے کہ کوئی شخص بلا خوف و خطر گواہی دے سکے۔ چنانچہ یہ معاملہ اپنی جگہ قومی تاریخ میں عبرتناک باب کی حیثیت رکھتا ہے' لہٰذا آل پارٹی کانفرنس کا یہ تجزیہ حقیقت پر مبنی ہے کہ ملک کو رفتہ رفتہ فاشزم کی طرف دھکیلا جا رہا ہے اور برسراقتدار پارٹی اپنی ڈکٹیٹر شپ قائم کرنے کے لئے ہر ممکن حربہ اختیار کر رہی ہے۔

ان حالات میں پاکستان کے جملہ عوارض کا سوائے اسلامی انقلاب کے اور کوئی حل نہیں ہے۔ اس لئے کہ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جس کی ولدیت اسلام ہے۔ اگر دنیا کے دیگر ممالک کی طرح کا یہ بھی کوئی عام ملک ہوتا تو مثبت و منفی بنیادوں پر قائم ہونے والے سیاسی اتحادوں سے بھی کوئی مثبت نتیجہ برآمد ہو جاتا' مگر یہاں ایسا نہیں ہو سکتا۔ پاکستان میں اسلامی انقلاب کی ایک یہی صورت ہے کہ منہاج محمدیؐ کی بنیاد پر خالص دینی جماعتوں کا اتحاد تشکیل پائے جو ملک میں اقامت دین کے لئے جدوجہد کا آغاز کرے۔ اسی متحدہ اسلامی انقلابی محاذ کے قیام کے لئے رمضان المبارک میں تنظیم اسلامی نے اذان دی تھی' چنانچہ اس اتحاد کے قیام کے لئے پورے ملک میں بھاگ دوڑ کی گئی' ملک کے تمام بڑے شہروں میں منہاج محمدیؐ کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ اس سلسلے میں دینی جماعتوں کے قائدین سے بھی رابطہ کیا گیا۔ جماعت اسلامی نے تو پہلے مرحلے پر ہی یہ واضح کردیا تھا کہ وہ کسی اتحاد میں شامل نہیں ہوگی۔ علامہ طاہر القادری صاحب نے اگرچہ ابتداء میں حوصلہ افزاء باتیں کی تھیں مگر بعد میں ان کی طرف سے واضح جواب آگیا کہ وہ کسی خالص دینی اتحاد میں شامل نہیں ہوں گے۔ جمعیت علماء پاکستان سے مجھے توقع تھی مگر ان کی طرف سے بھی تاحال مثبت ردعمل سامنے نہیں آیا۔ لہٰذا جتنی بھاگ دوڑ ہم کرسکتے تھے ہم نے کرلی۔ اگرچہ مطلوبہ نتائج سامنے نہ آسکے تاہم اس معاملے میں پہلے قدم کے طور پر اللہ کے فضل سے چار جماعتوں پر مشتمل باقاعدہ اتحاد قائم ہو چکا ہے۔ ان جماعتوں میں اگرچہ معروف معنوں میں ملک کی کوئی بھی بڑی دینی جماعت شامل نہیں ہے' لیکن اللہ کے ہاں کس کی حیثیت زیادہ ہے اس کا حال تو اللہ کو ہی معلوم ہے۔ بہرحال اللہ سے دعا ہے کہ وہ ملک میں نفاذ اسلام کے لئے اس خالص اسلامی انقلابی اتحاد کی کوششوں کو شرف قبول عطا فرما دے۔ آمین یا رب العالمین ۝

خبرنامہ اسلامی امارت افغانستان

بحوالہ ضرب مؤمن' ۲۸/ مئی تا ۳/ جون ۹۹ء

قضا کا منصب ریاست میں دل کی مانند ہے

سیشن کورٹ' ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں دعویٰ کا حق ہر شخص کو حاصل ہے۔ قضا کا منصب اور مقام جسم میں دل کی مانند ہے' دل فاسد ہو جائے تو پورا جسم فاسد ہو جاتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار سپریم کورٹ کے سربراہ مولوی نور محمد ثاقب نے ایک انٹرویو میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ مرکز صوبوں اور ضلعوں میں ہماری عدالتیں بہت فعال ہیں' ہر مقدمہ بالترتیب سیشن کورٹ' ہائی کورٹ اور بعد میں سپریم کورٹ کے پاس جاتا ہے' تاہم اگر جانبین قناعت کرلیں تو فیصلہ ابتدائی عدالت ہی میں ہو جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ خصوصی' جزائی' مدنی اور دیگر معاملات پوری تحقیق اور تفتیش کے دوران عدل و انصاف کی روشنی میں طے کئے جاتے ہیں اور حق بہ حقدار رسید کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ہم نے تمام عدالتوں اور فاضل جج صاحبان پر واضح کردیا ہے اور ان کو سختی سے ہدایت کردی ہے کہ مسائل اور معاملات کے حل میں کسی قسم کی تاخیر نہ کریں کیونکہ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ عوام کے مسائل شریعت کے مطابق جلد از جلد حل کرے۔

کابل: چار چوروں اور ایک زانی پر شرعی حد کا اجراء

کابل کے ہزاروں باشندوں کے مجمع عام میں چار چوروں اور ایک زانی پر شرعی حد کا اجراء ہوا۔ چوروں کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا جبکہ زانی کو ۱۰۰ درے مارے گئے۔ کابل سے تعلق رکھنے والے طاہر اور محمد گل نامی اشخاص نے گزشتہ دنوں مسلح ہو کر طالبان کے مبارک نام کی آڑ میں ایک شہری کے گھر میں گھس کر چالیس ہزار روپیہ اور ایک میڈیکل اسٹور کی دوائیاں چوری کی تھیں' چاروں افراد کو طالبان پولیس نے گرفتار کرکے عدالت کے حوالے کیا۔ جنہوں فوجی عدالت کے سامنے اقبال جرم کیا۔ خصوصی فوجی عدالت نے شرعی حد کے طور پر چاروں افراد کے دائیں ہاتھوں کو کاٹنے کا حکم دیا جس پر حضرت امیر المومنین کی توثیق کے بعد ہزاروں شہریوں کے سامنے عمل ہوا' اسی طرح تریالی نامی شخص نے زنا کے قبیح جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ گرفتاری کے بعد اس نے اقبال جرم کیا۔ جسے فوجی عدالت نے سو درے لگانے کے علاوہ ایک سال قید میں رکھنے کی سزا بھی سنائی۔ اس مناسبت سے منعقدہ اجتماع سے مولوی سید عبدالرحمٰن اور مولوی رحمت اللہ رحمانی کے علاوہ دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔

اقوام متحدہ اور او آئی سی افغان مسائل کے حل میں ناکام ہو گئے ہیں

افغانوں پر ایک حقیقت ثابت ہو چکی ہے کہ دیگر تجربے ناکام ہیں۔ موجودہ مسائل کا واحد حل مرکزی مستحکم حکومت کا قیام ہی ہے۔ ملا متقی نے کہا کہ بلاشبہ اقوام متحدہ اور اسلامی کانفرنس کی تنظیم دو عالمی اور بارسوخ ادارے ہیں جو اکثر ممالک کی جانب سے عالمی سطح پر مانے گئے ہیں اور ان کے حمایت یافتہ ہیں۔ لیکن انہوں نے افغانستان میں بہت سے حقائق کو نظر انداز کردیا ہے جس کی وجہ سے دونوں ادارے افغان مسائل کے حل میں ناکام ہو گئے ہیں۔ جب سے اسلامی کانفرنس کی سربراہی ایران کو ملی ہے تب سے افغانستان اور سوڈان پر کروز میزائل کے حملے ہوئے۔ عراقی عوام پر سخت مظالم جاری ہیں' کوسوو میں مسلمانوں کے خلاف دلخراش مظالم ہو رہے ہیں لیکن ایران نے تمام امور سے کان بند کر رکھے ہیں گویا کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ ملا متقی نے کہا کہ طالبان نے کسی بھی ہمسایہ کے ساتھ برا سلوک نہیں کیا نہ کسی کی سرحدات کی بے احترامی کی ہے۔ ہم اسلام کے مطابق تمام ممالک خاص کر ہمسایہ ملکوں کے ساتھ باہمی احترام کی بنیاد پر دوستانہ اور اچھے تعلقات چاہتے ہیں۔

سموچے کشمیر کے حصول کی خواہش برصغیر کو راکھ کا ڈھیر بنا سکتی ہے

کشمیر کا مسئلہ انگریز کی دُور بینی اور دُور اندیشی، مسلم لیگ کی حماقت و لالچ اور کانگریس کی بددیانتی و بدعہدی کی پیداوار ہے

یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ برطانوی حکومت نے مسلم لیگ کے قیام کی خاموش تائید کی تھی

مرزا ایوب بیگ، امیر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور

اُس روز عیدالفطر تھی۔ ہندو بنیا یہ سمجھا کہ پاکستانی قوم کے ساتھ ساتھ اس کے سرحدی اور فضائی محافظ بھی جشن عید مین گم ہوں گے۔ اگرچہ پاک بھارت تعلقات ایک دن کے لئے بھی خوشگوار نہیں رہے لیکن اُن دنوں میں ایسی کشیدگی بھی نہیں پائی جاتی تھی۔ بہرحال بھارتی فضائیہ کے دو کینبرا طیارے پاکستان کی فضائی حدود میں انتہائی اونچی پرواز کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ بھارتی فضائیہ یہ بھی جانتی تھی کہ پاکستان کے پاس سیبر جیٹ سے بہتر کوئی لڑاکا طیارہ نہیں ہے جو کینبرا کے قریب بھی پھٹک سکتا ہو۔ یہی سیبر جیٹ حرکت میں آیا اور اُس نے ایک کینبرا کو مار گرایا۔ دنیا اس معجزے پر کبھی یقین نہیں کرتی لیکن کینبرا کی لاش پاک سرزمین پر بکھری پڑی تھی اور دنیا بھر کے اخباری نمائندے بچشم سر اُسے دیکھ چکے تھے۔

کارگل سیکٹر میں ہونے والی جھڑپیں کشمیر کے وسیع و عریض علاقے میں پھیل چکی ہیں اور دونوں ممالک کے درمیان کشمیر کے محاذ پر کھلی جنگ کی صورت اختیار کر چکی ہیں۔ بھارت نے کشمیر کی جنگ میں فضائیہ کو بھی جھونک دیا ہے۔ دو مگ طیارے پاکستان کی فضاؤں میں داخل ہوئے اور پاکستان ہی کے ہو کر رہ گئے، واپس جانا ان کے مقدر میں نہیں تھا۔ حقیقت میں بھارت وسائل، افرادی قوت اور جدید اسلحہ میں پاکستان سے بہت بہتر پوزیشن میں ہے جبکہ پاکستان حربی مہارت اور جوش و جذبہ کی وجہ سے اپنا دفاع کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ گزشتہ پچاس سال سے دونوں ممالک اپنے اپنے وسائل ایک دوسرے کے خلاف جنگی تیاریوں میں جھونک رہے ہیں اور ایک بے نتیجہ جنگ میں انسانی جانیں اور وسائل تلف ہو رہے ہیں۔ اب جبکہ دونوں ممالک ایٹمی ہتھیاروں سے لیس ہو چکے ہیں تو مسائل میدان جنگ میں کس طرح حل ہوں گے؟ مسئلہ کشمیر چار و ناچار باہمی مذاکرات ہی سے حل کرنا پڑے گا۔

کشمیر کے مسئلے کا حل تلاش کرنے سے پہلے اس مسئلہ کا پس منظر جاننا ہو گا۔ کشمیر انگریز کی دُور بینی اور دُور اندیشی، مسلم لیگ کی حماقت و لالچ اور کانگریس کی بددیانتی اور بدعہدی سے مسئلہ بنا۔ جنگ عظیم دوم میں انگریز کو اگرچہ فتح حاصل ہوئی لیکن یہ ذہین قوم سمجھ گئی کہ اب اسے اپنے ملک انگلستان میں سمٹنا ہو گا۔ اس کی ایک وجہ تو مالی اور افرادی قوت کے لحاظ سے کمزور پڑ جانا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ نوآبادیاتی استعمار کا دور اب اختتام کو پہنچ رہا تھا۔ جمہوری دور ساری دنیا میں جڑ پکڑ چکا تھا، لہٰذا عوامی حمایت کے بغیر حکومت کرنا مستقبل میں بہت مشکل بلکہ ناممکن نظر آ رہا تھا۔ انگریز یہ بھی جانتا تھا کہ ماضی میں ہندوستان ایک بہت بڑی قوت تھا اور اس میں صلاحیت ہے کہ وہ ایک بار پھر دنیا کے لئے چیلنج بن جائے۔ "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کے اصول پر سختی سے عمل درآمد کرتے ہوئے انگریز نے بڑی کامیابی سے ہندوستان کی مختلف اقوام کو کنٹرول کیا ہوا تھا۔ چنانچہ یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ مسلم لیگ کے قیام میں انگریز کی خاموش تائید شامل تھی۔ جب انگریز نے تقسیم ہند کو ناگزیر سمجھا تو دونوں ممالک کے درمیان ایک ایسا مسئلہ کھڑا کر دیا کہ جس پر وہ ہمیشہ باہم جنگ و جدل میں ملوث رہیں اور کبھی بھی متحدہ قوت بن کر مغرب کے لئے خطرہ نہ بن سکیں۔ بعد ازاں یورپ اور امریکہ بھی دنیا میں کئی ملکوں کے درمیان اختلافات کو ہوا دے کر جنگ و جدل کی ترغیب دیتے رہے ہیں۔ اس لئے کہ جنگ عظیم دوم کے بعد ترقی یافتہ ممالک نے انتہائی مہلک ہتھیار تیار کر لئے جس سے جنگ کے امکانات ختم ہو گئے اور یورپ کے بھاری ہتھیار بنانے والے کارخانے دیوالیہ ہونے لگے، لہٰذا ترقی پذیر ممالک میں ہتھیار فروخت کرنے کے لئے ان کے مسائل کو ہوا دی گئی۔ پاکستان اور بھارت نے امریکہ اور روس سے دھڑا دھڑ اسلحہ خریدا اور مقروض ہوتے چلے گئے۔ بہرحال یہ بات واضح ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان فساد برپا کرنے میں انگریز نے طے شدہ حکمت عملی اور منصوبہ بندی سے کام لیا تاکہ ہندوستان متحد ہو کر کبھی بھی یورپ کے لئے خطرہ نہ بن سکے۔

کشمیر کھو دینے میں مسلم لیگی قیادت کا اپنا ہاتھ بھی تھا۔ جب آل انڈیا کانگریس نے یہ طے کیا کہ ہندوستان میں جتنی ریاستیں ہیں، ان کے عوام طے کریں گے کہ انہیں پاکستان سے الحاق کرنا ہے یا بھارت سے، تو مسلم لیگ نے اس کی شدید مخالفت کی اور مطالبہ کیا کہ ریاستوں کے والی اور راجہ طے کریں کہ انہیں کس ملک کے ساتھ الحاق کرنا ہے۔ مسلم لیگ کی قیادت کی نگاہیں غالباً حیدر آباد دکن پر تھیں جس کا والی مسلم لیگ کے ساتھ تھا اور اس ریاست کا خزانہ بھی بھرا ہوا تھا۔ لہٰذا کشمیر کے راجہ ہری سنگھ نے بھارت کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کر لیا کہ یہ اس کا وہ حق تھا جو مسلم لیگ نے خود ہی اسے دیا تھا۔ اگرچہ مسلم لیگ کی قیادت بعد ازاں یہ کہتی رہی کہ بھارتی فوج الحاق سے پہلے ہی وادی میں پہنچ گئی تھی اور الحاق کا فیصلہ فوج نے زبردستی کروا دیا تھا۔ بعض دانشوروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ الحاق کی دستاویز جعلی تھی اور راجہ نے اس پر دستخط نہیں کئے تھے۔ بہرحال یہ بعد از مرگ واویلا ہے یا اس سے اپنی خفت مٹانا مقصود ہے۔

کانگریس کی بددیانتی یہ تھی کہ جب اِس نے اس بنیادی اصول کو تسلیم کر ہی لیا تھا کہ جس علاقے میں مسلم یا ہندو جو قوم زیادہ آباد ہو گی، وہ علاقہ بالترتیب پاکستان اور بھارت کا حصہ ہو گا، تو کشمیر کے راجہ نے بھارت کے ساتھ الحاق بھی کر لیا تھا تب بھی ضلع گورداسپور ایک مسلم اکثریتی علاقہ ہونے کی حیثیت سے پاکستان کا حصہ بننا چاہئے تھا۔ لیکن انتہائی بددیانتی اور بے اصولی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے بھارت کا حصہ قرار دے دیا گیا جس سے بھارت زمینی لحاظ سے کشمیر سے جڑ گیا۔ پچاس سال سے کشمیریوں کی آزادی کی تحریک کو کچلنے کے لئے یہی واحد راستہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ مسلمان یا پاکستان اس بات کے ذمہ دار نہ تھے کہ وہ بھارت کو کشمیر سے زمینی رابطے کے لئے راستہ

مہیا کرتے۔ آخر مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں صرف فضائی راستہ ہی تو تھا اور یہی سبب مشرقی پاکستان کی اس قدر جلد علیحدگی کا باعث بنا۔ پھر جب الحاق کے کنفیوژن یا گورداسپور کے بھارت کو دینے کے رد عمل میں سرحد کے قبائلیوں' رضا کاروں اور مسلمان فوج نے ۱۹۴۸ء میں کشمیر پر حملہ کیا تو صرف ایک دو افراد یا اقوام کے سامنے نہیں بلکہ پوری اقوام متحدہ کے سامنے واشگاف الفاظ میں کشمیریوں کو حق خودارادی دینے کا عہد کیا گیا۔ یہ دلیل ناقابل قبول ہے کہ اس سے یہ عہد گردن پر تلوار رکھ کر لیا گیا تھا۔ عہد' عہد ہے اور اس کی پابندی لازم ہے۔ اگر اس دلیل کو درست مانا جائے تو پھر پاکستان کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ جب کبھی بھی وہ طاقتور ہو جائے وہ گورداس پور' جو بددیانتی سے پاکستان سے الگ کیا گیا' یا جوناگڑھ اور حیدر آباد دکن' جو طاقت سے بھارت کے حصے بنائے گئے' ان سب علاقوں کو چھین لے کیونکہ یہ بھی پاکستان کی گردن پر تلوار رکھ کر چھینے گئے تھے۔

لہٰذا کشمیر کی صورت میں جو جونک بھارت کو چمٹی ہوئی ہے' جو عام انسان کا نہیں بلکہ ہندو بنئے کا خون چوس رہی ہے' وہ پیسہ' جسے چھوڑنا وہ کبھی قبول نہیں کرتا' بے دریغ کشمیر میں ضائع کر رہا ہے۔ جب تک جمہوریت کو دنیا میں بحیثیت نظام حکومت تسلیم کیا جاتا رہے گا بھارت کے لئے کشمیر میں ہر آنے والا دن مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا جائے گا۔ بھارت اگر یہ سمجھتا ہے کہ کشمیر کو الگ کر دینے سے اس کے حصے بخرے ہونے کا راستہ نکل آئے گا تو اس کو یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ کشمیر سے چمٹے رہنے سے وہ زیادہ تیزی سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو سکتا ہے۔

پاکستان کا اس وقت کشمیر کے ساتھ حقیقی سے زیادہ جذباتی تعلق ہے۔ اگرچہ پاکستان آنے والے دریا کشمیر ہی سے نکلتے ہیں لیکن ان دریاؤں کو تو ہم کب کے فروخت کر چکے ہیں۔ صدر ایوب نے نہری پانی کا معاہدہ کر کے دام کھرے کر لئے تھے۔ جہاں تک "کشمیر بنے گا پاکستان" کے نعرے کا تعلق ہے' حقیقت چاہے کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو بہرحال حقیقت ہے کہ پاکستان نے اقتصادی شعبے میں یا اخلاقی لحاظ سے اور سب سے بڑی بات یہ کہ نظریہ پاکستان کے عملی نفاذ کے لحاظ سے کون سا تیر مارا ہے' جو کشمیر بھی پاکستان بننے میں دلکشی محسوس کرے۔ جو پاکستان ہمیں ملا تھا اسے ہم نے کہاں پاکستان رہنے دیا۔ اور جو باقی ماندہ پاکستان ہے اس میں ہم کتنے بھائی چارے' اخوت اور باہمی محبت و الفت کا مظاہرہ دیکھ رہے ہیں جس میں ہم کشمیر کو پاکستان بنا کر مزید اضافہ کر لیں گے۔ امریکہ جو کشمیر کی مکمل آزادی کے لئے کوشاں ہے' وہ جانتا ہے بلکہ ہر وہ شخص' جو محض جذباتی نہیں بلکہ کشمیر کے اندرونی حالات کا معمولی سا بھی ادراک رکھتا ہے' وہ بھی جانتا ہے کہ سرحد پار

بحضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ لدھیانوی

در اقدس ہے وہ میرے نبیؐ کا بھرا رہتا ہے دامن ہر کسی کا
جو لے آئی ہے شہرِ مصطفیؐ تک نرالا رنگ ہے دیوانگی کا
فضا میں تیری رہتی ہے خوشبو معطر سانس رہتا ہے سبھی کا
عجب ہے بے نیازی سرفرازی فقیروں پر گماں ہے خسروی کا
کیا ہے ملتفت آقا کو جس نے بڑا رتبہ ہے میری بیکسی کا
گناہوں سے رہائی مل گئی ہے عجب اعجاز ہے قربِ نبیؐ کا
ہر اک لمحہ رہے وقفِ عبادت بھروسہ کچھ نہیں ہے زندگی کا
شہنشاہِ زمن ہو یا کہ شاعر ہر اک لاتا ہے تحفہ عاجزی کا
غزل کا رنگ ہے میری ثنا میں اچھوتا رخ ہے میری شاعری کا
میں مدحت کے تقاضے جانتا ہوں مجھے ہے علم اپنی بے بسی کا
وہ ہوں گے سرخرو محشر میں حافظ عقیدہ ہے یہی ہر امتی کا

کشمیریوں (بشمول آزاد کشمیر) کو اگر تھرڈ آپشن کی بھی اجازت دے دی جائے تو ۹۰ فیصد سے زائد کشمیری خود مختار کشمیر کے حق میں فیصلہ کر لیں گے۔ ہمیں حقیقت پسندی سے کام لے کر یہ سوچنا چاہئے کہ جنگ سے سارے کا سارا کشمیر فتح کر لینا ممکن نہیں۔ اگر کشمیریوں کو صرف پاکستان یا بھارت کا آپشن دیا جائے تو وہ پاکستان کو یقیناً منتخب کرنے پر مجبور ہوں گے لیکن یاد رکھئے کہ جس دن سے پاکستان سے الحاق ہو گا' اسی دن سے پاکستان کے خلاف آزادی کی تحریک شروع ہو جائے گی اور مدد کرنے والے امریکہ اور بھارت ہوں گے۔ جنہیں بھارت آج دہشت گرد اور پاکستانی مجاہد کہتا ہے' تب انہیں حریت پسند کہے گا۔ کیا پاکستان کے لئے اتنے وسائل خرچ کرنا ممکن ہو گا' جتنے خطیر وسائل کے استعمال سے بھارت بمشکل کشمیر کو اپنے ساتھ جوڑے ہوئے ہے؟ یقیناً نہیں۔ گویا جنگ سے تو ہم کشمیر جیت نہیں سکتے اور کشمیریوں کو تھرڈ آپشن نہ ملنے سے اگر پاکستان سے الحاق ہو گیا تو ہم نئی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ چنانچہ عقلمندی کا تقاضا ہے کہ بھارت کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ پاکستان اور بھارت سے پورے کشمیر کے الحاق کے خلاف ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ راقم کشمیر کی مکمل آزادی کے حق میں ہے' بلکہ اس کا ایک بہت بڑا نقصان یہ ہو گا کہ امریکہ ایک مصیبت بن کر کشمیر میں نازل ہو جائے گا جو علاقے کے ممالک کے لئے تباہ کن ثابت ہو گا۔ اسی لئے کشمیر کی تحریک نے چین کو بھی بے چین کر رکھا ہے۔ تقسیم ہند کے اصول کے تحت جب کسی اور صوبے اور ریاست کو تھرڈ آپشن کا حق نہیں دیا گیا تو کشمیر کو کیونکر دیا جائے؟ جذبات کی بات الگ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیر کی تقسیم کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ جب پنجاب اور بنگال تقسیم ہو گئے تو کشمیر کیوں تقسیم نہیں ہو سکتا؟ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جموں لداخ وغیرہ جہاں ہندو اکثریت میں ہیں' بھارت کا حصہ ہونے چاہئیں اور باقی کشمیر جس میں مسلمان زیادہ ہیں' وہ پاکستان کا باقاعدہ حصہ اور پانچواں صوبہ بنے۔ وادی کے لوگ اگر کوئی مختلف فیصلہ کرنا چاہیں تو اس پر بھی سوچا جا سکتا ہے۔ لیکن دونوں طرف کے وہ لوگ جن پر جنگی جنون سوار ہے' کان کھول کر سن لیں کہ سموچا کشمیر حاصل کرنے کی خواہش سے کہیں سموچا برصغیر ہی راکھ کا ڈھیر نہ بن جائے۔ یہ ۱۹۶۵ء یا ۱۹۷۱ء نہیں' ۱۹۹۹ء ہے۔ OO

دینی اور دنیاوی تعلیم کا سنگم
قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس
زیر اہتمام: مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

اگلا فلیش پوائنٹ مسجد اقصیٰ یا بیت المقدس ہو گا

اِس عہد کی اعلیٰ ترین تکنیکی 'الیکٹرانک اور خلائی جنگ یوگوسلاویہ کے محاذ پر لڑی جا رہی ہے

عالم اسلام کسی ایسے حملے کو یک طرفہ طور پر ٹالنے میں قطعاً بے بس ہے

"کیا دجال کی آمد آمد ہے؟"

اسرار عالم' نئی دہلی (بھارت)

اسرار عالم' بھارت کے مشہور اسلامی محقق اور سکالر ہیں۔ اس سے قبل عصر حاضر اور اسلام کو درپیش چیلنج کے حوالے سے ان کی متعدد معرکۃ الآراء کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ ذیل میں ان کی تازہ کتاب "یَا سَارِیَ الْجَبَلَ" ۔ کیا دجال کی آمد آمد ہے؟ کے موضوع پر دار العلم دہلی سے شائع ہوئی ہے جس کے بعض اقتباسات قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر ذیل میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ یہ کتاب دانش بک ڈسٹری بیوٹرز' 1739/3' نیو کوہ نور ہوٹل' پٹودی ہاؤس' دریا گنج' دہلی۔110002 سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ (ادارہ)

جنگ خلیج روئے ارض پر پہلی نیوکلیائی' حیاتیاتی' کیمیاوی' الیکٹرونی اور خلائی جنگ تھی۔ اب کوئی جنگ اس سے نچلی سطح پر روئے زمین پر لڑی نہیں جا سکتی۔ اب صرف اور صرف یہی ہو سکتا ہے کہ روئے زمین پر ایک ایسی جنگ ہو جو عالمگیر نیوکلیائی' حیاتیاتی' کیمیاوی' الیکٹرونی اور خلائی جنگ ہو۔ ایسی جنگ سالوں نہیں بمشکل مہینوں دور ہے۔ کسی ایسی جنگ کے ہونے اور نہ ہونے کے امکانات ۸۰ فیصد اور ۲۰ فیصد ہیں۔

یہاں پہنچ کر یہ دیکھنا چاہئے کہ اب کسی بھی جنگ کے خطرات کیا ہوں گے؟ اس سوال کو دو حصوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ یعنی یہ بات تو اب تقریباً طے ہے کہ کسی بھی جنگ میں اقدام کرنے کی اجارہ داری تو اب صرف اور صرف اس شیطانی قوت کو کلی طور پر حاصل ہو گئی ہے۔ لہٰذا ہر جنگ کی ابتداء اب صرف اسی کے اقدام سے ہو گی۔ چنانچہ جب وہ شیطانی قوت کسی پر حملہ آور ہو گی اور ایک جنگ شروع ہو گی تو وہ قوت جس پر حملہ کیا گیا ہو' کس طرح جنگ لڑے۔ اس کی دو ہی شکلیں ہیں (۱) اقدامی دفاع (۲) دفاعی مقابلہ۔ جہاں تک دفاعی مقابلہ کا تعلق ہے تو موجودہ صورت حال میں یہ ایک معلوم نتیجہ ہے۔ اور وہ یہ کہ دفاع کرنے والا بالآخر تباہ و برباد ہو کر اپنی رہی سہی قوت کار (Potential) بھی کھو دے گا جس کا مشاہدہ عراق اور سربیا میں ہم کر رہے ہیں۔ اِلاّ یہ کہ خود حملہ آور اسے بوجوہ بند کر دے' مثلاً صومالیہ میں۔ یہ تو حتمی بات ہے کہ کوئی تیسری عالمی جنگ اس وقت تک شروع نہیں ہو سکتی جب تک حملہ آور کے مقابلے میں دفاعی جنگ تک بات محدود رہتی ہے۔ اقدامی مقابلہ کا حوصلہ صرف وہی قوت کر سکتی ہے جو اس کے لئے تیار ہو کہ وہ ایک تیسری عالمی جنگ لڑ سکتی ہے اور جیت سکتی ہے۔ تیسری عالمی جنگ ہارنے والے کی ہر چیز کالمعدوم ہو جائے گی۔ بہرحال اس شیطانی قوت کے سامنے تمام انسانیت اور بالخصوص امت مسلمہ دیو اور گہرے سمندر کے مابین آگئی ہے۔

یہ بات بہت واضح ہے کہ اگر کسی قوت پر حملہ کیا گیا اور اس قوت نے دفاعی مقابلہ کے بجائے اقدامی دفاع کیا تو امریکہ بالائی خلا کا سب سے بھرپور استعمال کرے گا۔ دفاعی ماہرین محسوس کرتے ہیں کہ اگلی جنگ میں ICBM اور Mass Destruction کے نیوکلیائی اسلحوں کے استعمال کے امکانات جتنے کم ہو گئے ہیں Intermediate Ballistic Missile اور Sub-Kilo جوہری اسلحوں' کیمیاوی اسلحوں' جراثیمی اسلحوں کے استعمال کے امکانات اتنے ہی بڑھ گئے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ جس کے استعمال کے امکانات میں اضافہ ہو گا وہ الیکٹرونی اور خلائی اسلحے (Electronic and space Weapons) ہیں۔

چنانچہ اس وقت ہم مشاہدہ بھی کر رہے ہیں۔ یعنی Serbia پر ناٹو (NATO) کا حملہ اور خلیج میں ہونے والی جنگ Desert Strom پر ایک عمودی اضافہ (Vertical Advance) ہے۔ ابھی اس عہد کی سب سے اعلیٰ ترین تکنیکی 'الیکٹرونی اور خلائی جنگ یوگوسلاویہ کے محاذ پر لڑی جا رہی ہے۔ ہرچند کہ اس کی نوعیت دفاعی مقابلہ سے ابھی تک آگے نہیں بڑھی ہے۔ (۲۶/اپریل ۱۹۹۹ء)

اگر عالم اسلام پر اگلا حملہ کیا گیا اور یک طرفہ طور پر عالم اسلام اسے بڑی قیمت دے کر بھی ٹالنا چاہے تو وہ اسے ٹال نہیں سکتا۔ اس لئے کہ حملہ کرنے یا جنگ کرنے کی کلی اجارہ داری اس وقت صرف مغرب کو حاصل ہے۔ اور عالم اسلام ابھی تک میری ناقص رائے میں Minimum Credible Deterrent حاصل نہیں کر سکا ہے۔ اس لئے عالم اسلام کسی ایسے حملے کو یک طرفہ طور پر ٹالنے میں قطعاً بے بس ہے اور مغرب کسی قوت کو اس Minimum Credible Deterrent کو حاصل کرنے کی مہلت دے دے ناممکن ہے۔ اس لئے کہ یہ اس کی خودکشی کے مترادف ہو گا۔ اس لئے وہ اسے مہینوں سے زیادہ نہیں ٹال سکتا۔

چنانچہ اس کا غالب اندیشہ ہے کہ کوئی ایسا حملہ چند ہی مہینوں میں ہونے والا ہے اور ظاہری طور پر اس کی ساری تیاریاں مکمل ہوتی نظر آتی ہیں۔ دقت نظر سے غور کیا جائے تو اگلا فلیش پوائنٹ (Flash Point) مسجد اقصیٰ یا بیت المقدس ہی ہو گا اور ظاہر ہے اس کے بعد جو جنگ شروع ہو گی وہ ایک مکمل جنگ ہو گی جسے بلاشک و شبہ تیسری عالمی جنگ کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے سلسلہ وار ردعمل (Chain Reaction) پر کسی کو قابو نہیں ہو گا اور ابتداءً بھڑکنے والی جنگ بالآخر تیسری عالمگیر جنگ کی شکل اختیار کر لے گی اور جب ایسا ہو گا (بھڑکنے کے بعد زیادہ سے زیادہ دو مہینوں میں بلکہ اس سے بھی کم میں یہ صورت نمودار ہو جائے گی) تو پھر جنگ اقدامی دفاع سے بڑھ کر کچھ اور ہو جائے گی۔

اس کے مقصد اصلی کا کوسوا کے مظلوم مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہودی یہ باور کر چکے ہیں کہ مشرق وسطیٰ میں ایک کلی انفجار (Total Blast) ہونے والا ہے۔ خواہ اسے یہودی یک طرفہ اور اقدامی طور پر کریں یا فلسطینیوں کے کسی اقدام کا بہانہ لے کر کریں'

بہرحال اس کلی انفجار کا روبہ عمل لانا اب یہودیوں کی پہلی ترجیح ہے۔ اور اس کلی انفجار کا لازمی نتیجہ جنگ ہے جس میں اسرائیل کو سارے عالم اسلام پر فتح پانے کی کوشش کرنی ہے۔ اس فلیش پوائنٹ کی تیاریاں پچھلے ۳۰ سالوں سے چل رہی تھیں۔ اس کے تحت امریکی فوجی اڈا فلپائن سے بحیرۂ عرب میں لایا گیا ہے۔ اسی کی موجودہ صورت سعودی عرب، کویت، مصر، بحرین، قطر، عرب امارات، عمان، یمن، صومالیہ اور دیگر افریقی ملکوں میں روز افزوں امریکی فوجی مجمع ہے۔ اگر یمن نے امریکہ کی بات مان لی تو باضابطہ طور پر فلپائن کا مستقر یمن منتقل ہو کر سقوطرہ میں قائم ہو جائے گا۔ ۲۶/ اپریل ۹۹ء کو جنرل زنی (Gen. Zinnei) کا دورۂ یمن اسی کو آخری شکل دینے کی ایک کوشش ہے۔ کسی ایسی جنگ کے لئے اتنا ہونا کافی نہیں لہٰذا اس کی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ فلیش پوائنٹ کے شمال مغرب میں یہودی قوت مزید آگے آ جائے تا کہ وہ Closer Opertion Range میں مورچہ بند ہو جائے۔ مغرب کی موجودہ حالت کو دو صورتوں سے پورا کیا گیا۔ پہلی صورت کی تکمیل ناٹو NATO کے دائرے میں وارسا پیکٹ کے ملکوں کو شامل کر کے ہوئی۔ حتیٰ کہ اس کے لئے روس کو بھی دعوت دی گئی۔ دوسری صورت کی تکمیل کی ضروت یہ تھی کہ اب تک جرمنی میں متعین فوجی مستقر مزید مشرق کی طرف بڑھ کر فلیش پوائنٹ کے بالکل قریب آجائے۔ ایسا کرنا ناممکن تھا جب تک اس عظیم عسکری Establishment کو آگے بڑھالانے کے لئے معقول جواز پیدا نہ کیا جاتا۔ چنانچہ وہ معقول جواز کو سودا کے زخم کو کرید کر کیا گیا۔ اس طرح مغرب نے اپنی اعلیٰ ترین عسکری مشینری کو اب بیت المقدس کے فلیش پوائنٹ کے بالکل قریب کر لیا ہے۔

دراصل اس پوری کارروائی کا مقصد یروشلم محاذ (Jerosalem Theatre) تیار کرنا ہے، اس عالمگیر جنگ کے لئے جس کے بارود میں یہودی اب آگ ڈالنے والے ہیں۔

اس ذیل میں دو مقاصد کی تکمیل کی جا رہی ہے۔ یروشلم محاذ کی تیاری کی صورت میں اور اس کے استعمال کے موقع پر مغرب کو دو Potential Dangers کا سامنا تھا۔

پہلے Potential Danger ہیں عیسائی اور دوسرے Potential Danger ہیں یورپ میں مسلمان۔

عیسائیوں سے ان کو دو خطرے ہیں۔ پہلا خطرہ یہ ہے کہ اب وہ مغرب کا ساتھ نہیں دیں گے اور ایسا کر کے (Strategic and Logistic) مسائل پیدا کریں گے۔ خواہ وہ رومن کیتھولک ہوں یا آرتھوڈوکس (روسی آرتھوڈوکس چرچ، گریک آرتھوڈوکس چرچ، (سلاؤ) آرتھوڈوکس چرچ، آرمینین آرتھودوکس چرچ)۔

عیسائیوں سے دوسرا خطرہ بہت غیر معمولی اور سنگین ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی عام غفلت، بے توجہی، لاعلمی اور کوتاہی کے باوجود گزشتہ ۱۵۰ سالوں سے عیسائی دینیات اور دینی عقیدے میں انقلاب آگیا ہے اور وہ قرآن، احادیث مبارکہ، آنحضور ﷺ، دین اسلام اور امت مسلمہ سے بہت قریب آچکے ہیں۔ یہ صرف اور صرف ہمارے علماء، دانشور اور اصحاب حل و عقد کے جہل مرکب اور شامت اعمال کا نتیجہ ہے کہ وہ میلوں چل کر دروازے پر کھڑے ہیں اور ہمیں اپنا دروازہ کھولنے کی توفیق تک نہیں ہو رہی ہے۔ اور وہ اسلام کے دروازے تک آگئے۔ ایسا ہماری وجہ سے نہیں ہوا۔ بلکہ اس کا سبب صرف اور صرف وہ محبت اور خلوص ہے جو اصل عیسائیوں کو حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت مریم عفیفہ علیہما السلام سے رہی ہے۔ ان دونوں کی محبت اور ان کے خلوص نے انہیں تحقیق کی ان منزلوں تک پہنچایا جہاں وہ قرآن، احادیث مبارکہ اور اسلام کے قریب آگئے۔ اب وہ دن دور نہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور سارا عالم عیسائیت اسلام کی آغوش میں آجائے گا۔ مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے اور یقیناً وہ بات پوری ہو کر رہے گی۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے۔

یہودی خوب سمجھ چکے ہیں کہ اگر ایسا ہوا تو سارے آرتھوڈوکس عیسائی ملت اسلامیہ کا حصہ ہو جائیں گے اور ان کا علاقہ دشمن علاقہ (Hostile Land) میں بدل جائے گا۔ لہٰذا اس کی شدید ضرورت تھی کہ آرتھوڈوکس عیسائیوں کے پورے علاقے پر یا تو ان کا قبضہ ہو جائے یا وہ (Potential Danger) کے مقامات تباہ و برباد ہو جائیں۔ چنانچہ مغربی یورپ سے مغربی قوت ایک طرف تو آرتھوڈوکس چرچ کے علاقے (اٹلی، یونان، یوگوسلاویہ) میں منتقل ہو گئی اور دوسری طرف سربیا کے Potentials کو تباہ و برباد کر دینے کی کوشش ہو رہی ہے۔

اس علاقے کے دوسرے Potential Danger مسلمان اور ان کی بڑی آبادیاں ہیں۔ لہٰذا اس کے لئے گزشتہ ۱۲ سالوں سے طرح طرح کے بہانوں سے انہیں بے خانماں بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ پہلے متحدہ یوگوسلاویہ میں ان کا قتل عام کروایا گیا۔ پھر رومانیہ اور بلغاریہ میں انہیں قتل کروایا گیا۔ البانیہ سے Mass Exodus کروایا گیا اور اس کے بعد بوسنیا اور ہرزے گووینا، کروشیا اور سربیا میں قتل عام کروایا گیا اور اب پورے سربیا سے بشمول کوسووا انہیں جانوروں کی طرح ہانک کر مختلف علاقوں میں بکھیر دیا جا رہا ہے۔ تا کہ اس طرح یروشلم محاذ کا مغربی حصہ دونوں Potential Dangers یعنی آرتھوڈوکس عیسائیوں اور مسلمانوں کے اعتبار سے بے حقیقت ہو کر محفوظ ہو جائے۔ اس طرح جلد از جلد ایک ایسا یروشلم محاذ ترتیب دینا ہے جو اس کلی انفجار کے لئے پوری طرح تیار ہو۔ اب یہ تیاری پوری طرح مکمل ہو چکی ہے (۳۰/اپریل ۱۹۹۹)۔ لہٰذا کلی انفجار کی کارروائی کا فیصلہ تقریباً لے لیا گیا ہے جسے ناٹو کانفرنس کا اعلامیہ کہتے ہیں۔ (۲۵/اپریل ۱۹۹۹ء)

ہم بھی مُنہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ شمالی علاقوں کے عوام کو ۶ ماہ میں بنیادی حقوق دیئے جائیں۔ (سپریم کورٹ کا حکم)

✪ گویا عنقریب شمالی علاقے بھی پاکستان کی آئینی حدود میں شامل ہو جائیں گے!

☆ وزیراعظم کے حکم پر بھی بااثر ملزم گرفتار نہیں ہو سکے۔ (ایک خبر)

✪ پنجاب پولیس زندہ باد!

☆ غریب کی حالت نہ بدل دی تو میرا نام بدل دیں۔ (شہباز شریف)

✪ وزیراعلیٰ کے عزائم تو اچھے ہیں مگر انہیں کرنا وہی پڑے گا جو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف چاہیں گے

☆ انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کر کے دم لوں گا۔ (نواز شریف)

✪ جلدی کریں ورنہ خدشہ ہے کہ کہیں عوام کی اکثریت کا دم ہی نہ نکل جائے۔

☆ حکمرانوں کا تختہ الٹنے تک چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ (علامہ طاہر القادری)

✪ گویا آنجناب کا کافی عرصہ تک بے چین رہنے ہی کا ارادہ ہے۔

☆ نواز شریف داڑھی رکھ کر امامت کریں۔ (حافظ محمد سعید کا نواز شریف کو خط)

✪ اگر یہ ذمہ داری بھی نواز شریف نے اٹھالی تو پھر آپ کے لئے کونسا میدان باقی رہ جائے گا!

کاروان خلافت منزل بہ منزل

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا دورہ انگلینڈ و ناروے

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ ۵ مئی ۱۹۹۹ء کو تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کی ناظمہ علیا (اپنی اہلیہ محترمہ) اور اپنے معاون برائے بیرون پاکستان ڈاکٹر عبدالسمیع کے ہمراہ لندن تشریف لائے اور دوسرے دن ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کے ہمراہ ابرڈین سکاٹ لینڈ تشریف لے گئے۔ وہاں سے ۸ مئی کو واپسی ہوئی۔ بعد ازاں امیر محترم اہلیہ محترمہ کے ہمراہ اوسلو ناروے تشریف لے گئے جہاں سے ۱۲ مئی کو واپسی ہوئی۔ ۱۲ مئی ہی کی شام لندن کے پرانے رفقاء تنظیم کا ایک غیر رسمی اجلاس منعقد ہوا جس میں لندن میں تنظیم اسلامی کی پیش رفت کا جائزہ لیا گیا۔ ۱۳ سے ۱۶ مئی تک امیر محترم نے سنٹرل مسجد لندن میں "مسلمانوں کی دینی ذمہ داریاں" کے موضوع پر سلسلہ وار تقاریر کیں۔ ۱۳ مئی کو "اسلام کا پہلا تقاضا ایمان اور اس کی حقیقت" ۱۴ مئی کو "ایمان کا لازمی تقاضا جہاد" ۱۵ مئی کو "جہاد کی شرط لازم۔ جماعت" اور آخری روز "خلافت کیا؟ کیوں اور خلافت کا آغاز کہاں سے؟" کے موضوعات پر تقاریر کیں۔ یہ چاروں خطاب انگریزی میں تھے۔

اتوار ۱۶ مئی کی صبح جناب مظفر سعید قریشی کی رہائش گاہ پر اجلاس بلایا گیا جہاں نئے رفقاء بیعت کر کے تنظیم میں شامل ہوئے اور پرانے رفقاء نے تجدید بیعت کی۔ ۱۷ مئی کو امیر محترم نے تحریک فہم القرآن کے بانی اور سرپرست جناب میجر محمد امین منہاس سے ان کے گھر جا کر ملاقات کی۔ منگل ۱۸ مئی کو رفیق تنظیم جناب ڈاکٹر عارف احمد کی دعوت پر امیر محترم لندن سے (۱۵۰) میل کے فاصلے پر واقع انگلستان کے شہر لٹن تشریف لے گئے اور بعد نماز عصر مقامی مسجد میں "اسلام کے تقاضے" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اگلے روز صبح دو بجے لندن واپسی ہوئی۔

بدھ ۱۹ مئی کو امیر محترم نے نارتھ ہالٹ کی مسجد میں "امت مسلمہ کا ماضی، حال اور مستقبل اور اب ہمیں کیا کرنا ہے" کے موضوع پر انگریزی میں خطاب فرمایا۔

جمعرات ۲۰ مئی کو ایشین سینٹر والتھم سٹو (Walthum Stow) میں بزبان اردو سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر خطاب ہوا۔ تمام خطابات کے بعد سوال و جواب کی بھرپور نشستیں ہوئیں۔ شام ۲۱ مئی تحریک "المہاجرون" کے زیر اہتمام امیر محترم نے Friends House میں واقع ایک سیمینار میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

امیر محترم نے ۷ مئی کا خطبہ جمعہ ابرڈین سکاٹ لینڈ میں اور ۱۴ مئی کا خطبہ جمعہ "ٹیرو" لندن کی مسجد میں دیا۔ ڈاکٹر عبدالسمیع نے ۱۴ مئی اور ۲۱ مئی کے دونوں خطاب جمعہ ہالٹ کی مسجد میں پڑھائے۔ محترمہ ناظمہ علیا حلقہ خواتین نے بھی لندن میں قیام کے دوران خواتین کے مختلف اجتماعات سے خطاب کیا۔ ۲۲ مئی کی دوپہر کو امیر محترم نے ریڈ مشن مسجد میں خواتین سے پردے کے پیچھے سے خطاب فرمایا اور اسی شام واپس پاکستان روانہ ہو گئے۔

(رپورٹ: احمد حسن)

لاہور جنوبی کی تربیتی و دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کے زیر اہتمام علامہ اقبال ٹاؤن ستلج بلاک کی جامع مسجد میں شب بسری و ایک روزہ تربیتی پروگرام ۸ مئی کو بعد نماز عشاء منعقد ہوا۔ لاہور جنوبی کے امیر جناب فیاض حکیم نے "فرائض دینی کے جامع تصور" پر گفتگو کی، پروگرام میں احباب کی تعداد ۲۰ تھی۔ اخلاق احمد نے نماز اور اس کا ترجمہ بیان کیا اور رفقاء کو نماز کا ترجمہ یاد کرنے کی ترغیب دلائی۔ فیاض اختر میاں نے حضرت سلمان فارسیؓ کی سیرت مبارکہ بیان کی۔

تہجد کے نوافل اور نماز فجر کے بعد خطیب مسجد نے درس قرآن دیا۔ صبح ساڑھے سات بجے تربیتی پروگرام کا آغاز ہوا۔ اخلاق احمد نے سورۂ نور کی منتخب آیات کا ترجمہ بیان کیا جن میں نظم کی پابندی پر زور دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے لوگوں کے بارے میں احادیث مبارکہ راقم نے بیان کیں۔ ایک حدیث کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت ان دو افراد کے لئے واجب ہو چکی ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے مل کر بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میرے واسطے مال خرچ کرتے ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری تعظیم کے لئے جو آپس میں محبت کرتے ہیں، ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے۔ انبیاء و شہداء ان پر رشک کریں گے۔

امیر لاہور جنوبی جناب فیاض حکیم نے رفیق تنظیم اخلاق احمد کے تعاون سے فرائض دینی کے جامع تصور پر مشتمل مختلف چارٹ بنوائے جس کی روشنی میں رفقاء نے فرائض دینی کا تصور بیان کیا، یہ ایک اچھا تجربہ تھا۔

اس پروگرام کے بعد رفقاء کے تین گروپ بنائے گئے۔ ایک رفیق کو گروپ لیڈر بنایا گیا جس نے رفقاء کو تلاوت قرآن، اس کا ترجمہ اور مافی الضمیر بیان کرنے کا انداز سکھایا۔ اس طریقہ کار کو رفقاء نے بہت مفید پایا۔ ان شاء اللہ اس نوعیت کا تربیتی پروگرام ہر ماہ منعقد ہوا کرے گا۔

نئے امیر حلقہ لاہور جناب مرزا ایوب بیگ کچھ وقت کے لئے تشریف لائے۔ ان کی موجودگی میں راقم نے لاہور جنوبی کی ماہ اپریل کی رپورٹ پیش کی اور نئے رفقاء کا تعارف بھی کروایا۔ آخر میں انہوں نے مختصر خطاب بھی کیا جس میں انہوں نے تنظیم لاہور جنوبی کو اس بات پر مبارک باد دی کہ یہ تنظیم نئے سے نئے پروگرام کامیابی سے متعارف کروا رہی ہے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اس وقت ہم تربیت کے مرحلہ میں ہیں اور ہمیں اس کام پر بھرپور توجہ دینی چاہئے۔ یہی ہمارا دینی فریضہ ہے۔ آئندہ مراحل میں جو کام ہم پر فرض ہو گا اُسے اِسی تندہی سے انجام دینا ہو گا۔ اگر ہم اپنا کام پوری ذمہ داری، تندہی، خلوص و اخلاص سے انجام نہیں دیں گے تو آخرت میں ہماری بہت سخت پیشی ہو گی۔

مرزا ایوب بیگ کے خطاب کے بعد رفقاء نے ان تربیتی و دعوتی پروگراموں کے بارے میں اپنا اظہار خیال کیا۔ نماز ظہر کے بعد محمد افضل چوہدری نے سورۃ الحجرات کا درس دیا۔ مجلس کی مسنون دعا کے ساتھ یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: غازی محمد وقاص)

تنظیم اسلامی ملتان شرقی ماہانہ
شب بیداری اور ایک روزہ پروگرام

۲۲ مئی بروز ہفتہ بعد نماز مغرب شب بیداری کا اہتمام ہوا جس میں ۴۵ رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی کے درس قرآن سے ہوا۔

عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد راقم نے اصول تجوید کی مشق کرائی۔ درس حدیث کی سعادت جناب پروفیسر ریاض الرحمٰن نے حاصل کی۔ جس میں دور حاضر کے فتنوں، آثار قیامت اور ملت اسلامیہ کی بے حسی اور بے عملی کو زیر بحث

لایا گیا۔ بعد ازاں ناظم حلقہ جناب سعید اظہر عاصم نے "محسن انسانیت" نامی کتاب سے مطالعہ کرایا جس میں نبی اکرم ﷺ کے انقلاب کے تمدنی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

کھانے کے وقفہ کے بعد "فرضیت دعوت دین کی مشکلات اور اس کا حل" کے موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوا۔ مجموعی تاثر یہ آیا کہ دین اللہ کے دیئے ہوئے ایک مکمل نظام اور ضابطہ حیات کا نام ہے۔ دین کی دعوت ہر شخص کے لئے فرضِ عین کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی مشکلات' فرقہ واریت' ائمہ کفر سے مرعوبیت' داعی کے علم و فکر کی ناپختگی اور لوگوں کی طرف سے ملامت ہیں۔ ان مشکلات کا حل جہد مسلسل' ائمہ کفر سے ٹکراؤ' قرآن کے ذریعے علم و فکر میں پختگی اور لوگوں کی ملامت سے بے اعتنائی ہے۔ اس کے ساتھ ہی شب بیداری پروگرام کا اختتام ہو گیا۔

صبح تین بجے رفقاء تہجد کے لئے بیدار ہوئے۔ نماز تہجد کے بعد سعید اظہر عاصم صاحب نے آداب مجلس اور ادعیہ ماثورہ یاد کرائیں۔ نماز فجر کے بعد عدنان طاہر نے سورۂ حج کے آخری رکوع کا درس دیا۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد ایک روزہ پروگرام کے لئے قرطبہ مسجد ملتان کینٹ روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچنے پر تمام رفقاء نے نوافل ادا کئے اور یوں پروگرام کا آغاز ہوا۔ پانچ رفقاء نے مختلف موضوعات پر اظہارِ خیال کیا۔ جس کا دورانیہ آدھ آدھ گھنٹے پر مشتمل تھا۔ اشرف صاحب نے امت مسلمہ کا سہ نکاتی لائحہ عمل' رشید عمر صاحب نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر' مسلم اختر صاحب نے نظم جماعت اور بیعت کی اہمیت' شوکت صاحب نے مقصد بعثت نبوی ﷺ اور جاوید اختر نے "نیکی کا قرآنی تصور" کے موضوعات پر اظہار خیال کیا۔ نماز ظہر کے بعد نماز عصر تک وقفہ ہوا۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد رفقاء نے گشت کیا۔ نماز مغرب کے بعد ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے سورۂ حج کے آخری رکوع کی روشنی میں خطاب کیا۔

موصوف نے کہا کہ ایمان کے بعد رب کی بندگی و اطاعت' بھلائی کے کام اور شہادت علی الناس ہر صاحب ایمان کی ذمہ داری ہے۔ اطاعت و بندگی زندگی کے میدان میں ہونی چاہئے۔ بھلائی کے کام دینوی اور اخروی دائروں میں ہوں۔ انسان کو خود دیکھنا ہے کہ اس کی منزل مقصود دنیا ہے یا آخرت۔ کیونکہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک روزہ پروگرام کا اختتام ہوا۔

(رپورٹ : مقبول احمد بھٹی)

لاہور چھاؤنی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے دروس قرآن

☆ جامع مسجد خدام القرآن والٹن روڈ لاہور کینٹ
مدرس : فتح محمد قریشی' روزانہ بعد نماز مغرب

☆ کراچی شوز نشتر کالونی فیروز پور روڈ لاہور
مدرس : محمد بشیر' بروز جمعہ بعد نماز مغرب

☆ مکی مسجد ریلوے سٹیشن لاہور کینٹ
مدرس : محمد مبشر' بروز بدھ بعد نماز مغرب

☆ فلوری کلچر انسٹیٹیوٹ' ۱۲ ڈیوس روڈ لاہور
مدرس : قرۃ العین حیدر' جمعرات ساڑھے دس بجے صبح

لاہور وسطی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے دروس قرآن

☆ مسجد الریاض' الریاض کالونی مین روڈ لاہور
مدرس : حافظ محمد عرفان' بروز منگل بعد نماز عشاء

☆ پیپل والی مسجد کوٹ عبداللہ شاہ مزنگ لاہور
مدرس : جناب الطاف حسین' روزانہ بعد نماز عصر

☆ مسجد مفتیاں مین بازار مزنگ لاہور
مدرس : الطاف حسین' بروز جمعہ بعد نماز فجر

☆ جامع مسجد حنفیہ عثمانیہ مونگیا سٹریٹ دیو سماج روڈ سنت نگر
مدرس : نثار احمد' بروز جمعرات بعد نماز عشاء

☆ جامع مسجد عمر فاروق' اعظم پارک' سنت نگر لاہور
مدرس : نثار احمد خان' اتوار بعد نماز ظہر

حلقہ گوجرانوالہ کی شیخوپورہ میں ۷ روزہ قرآنی تربیت گاہ

شیخوپورہ میں ملتزم رفیق جناب حماد خالد فیاضی کے گھر کے ساتھ ایک وسیع لان پر ۱۷ مئی بروز پیر سے لے کر ۲۳ مئی بروز اتوار تک روزانہ بعد نماز مغرب تا نماز عشاء ایک قرآنی تربیت گاہ منعقد کی گئی۔ ایک ماہ پہلے ہی سے تیاری شروع کر دی گئی تھی۔ اس پروگرام کے لئے شیخوپورہ میں مختلف مقامات پر بینر لگائے اور پوسٹر چسپاں کئے گئے۔ شیخوپورہ میں اس وقت ۴ ہی فعال رفقاء ہیں۔ حماد خالد فیاضی حال ہی میں فیصل آباد سے شیخوپورہ منتقل ہوئے ہیں۔ راقم مرکز گڑھی شاہو میں ہمہ وقتی کام کرنے کی وجہ سے اور روزانہ شیخوپورہ سے لاہور محو سفر رہنے کی وجہ سے مقامی طور پر کام نہیں کر سکا۔ تاہم حماد خالد فیاضی کے فعال رفیق ہونے کی وجہ سے ایک ہفت روزہ تربیت گاہ کا پروگرام بنا لیا۔ اس سے پہلے صرف ایک ملتزم رفیق اور ایک مبتدی فعال رفیق موجود تھے۔ پہلے دن ناظم حلقہ شاہد اسلم صاحب نے "نیکی کا حقیقی تصور" کے موضوع پر خطاب کیا۔ دوسرے دن حماد خالد فیاض نے "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کے موضوع پر' تیسرے دن گوجرانوالہ ہی سے حافظ مشتاق ربانی صاحب نے "فرائض دینی کے جامع تصور" پر خطاب کیا۔ چوتھے دن شاہد اسلم صاحب امیر حلقہ نے "غلبۂ دین کا نبوی طریق کار" کے موضوع پر اور پانچویں دن راقم نے "نظم جماعت کی ضرورت و اہمیت" پر خطاب کیا۔ ہفتہ بروز ۲۲ مئی سیالکوٹ تنظیم کے امیر شمس العارفین نے "نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں" کے موضوع پر خطاب کیا۔ آخری دن رحمت اللہ بٹر صاحب نے "نظام خلافت کی برکات" پر پنجابی میں خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے روایتی اور پرجوش انداز میں حاضرین کو بتایا کہ ایک مسلمان کا اصل مقصد تو آخرت ہی کی کامیابی ہونا چاہئے۔ لیکن ہمارے ذہنوں پر مادیت کا ایسا غلبہ ہو چکا ہے کہ ہم ہر کام صرف اسی دنیا ہی کے فوائد کو دیکھتے ہوئے کرتے ہیں۔ اس دنیا میں نظام خلافت کو برپا کرنے کی جدوجہد کے نتیجے میں آخرت میں کامیابی تو ہو گی ہی۔ تاہم انعام کے طور پر اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہمیں کامیابی عطا فرمائیں گے۔ ہماری خوف کی حالت کو امن میں بدل دیں گے۔ معاشی خوشحالی آئے گی۔ مخلوط معاشرت ختم ہونے کی وجہ سے مرد و عورت کو سکون نصیب ہو گا۔ سیاسی جبر و استبداد ختم ہو جائے گا۔ حاضرین نے بٹر صاحب کی تقریر کو بہت سراہا۔ روزانہ حاضری ۲۰۔ ۲۵ افراد کی رہی۔ عورتوں کی شرکت کا بھی اہتمام تھا۔ ۱۰ سے ۱۲ خواتین بھی آتی رہیں۔ شرکاء پروگرام کو آخری دن کھانا کھلایا گیا۔ اب مقامی رفقاء کا کام ہے کہ حاضرین پروگرام سے زیادہ سے زیادہ ذاتی رابطہ رکھا جائے۔ اور انفرادی طور پر بھی دعوت کا حق ادا کیا جائے۔

(رپورٹ : قیصر جمال فیاضی)

انتقال پُرملال

تنظیم اسلامی گوجر خان کے بزرگ رفیق محترم سید ریاض حسین ترابی ۲۲/ مئی ۹۹ء بروز بدھ دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ قارئین سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حسابا یسیرا' آمین

☆ ☆ ☆

حلقہ خواتین کراچی کے اسرہ نمبر ۳ کی نقیبہ کی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا ہے' قارئین سے مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا وادخلھا فی رحمتک وحاسبھا حسابا یسیرا' آمین یا رب العلمین

ضرورت رشتہ

تنظیم اسلامی کے رفیق کی ہمشیرہ' تعلیم ایف اے' شہادۃ العالیہ کا چار سالہ دینی کورس' OT/ATTC کورس (جاری)' حافظہ قاریہ' شرعی پردے کی حامل عمر ۲۵ سال کے لئے حافظ قرآن' تحریکی ذہن رکھنے والے' شرعی پردے کے سختی سے قائل' سمجھدار آرائیں فیملی سے رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : محمد منیر احمد (معرفت) رمضان ایجنسی غلہ منڈی ہارون آباد ضلع بہاولنگر

☆ ☆ ☆

تنظیم اسلامی ملتان کے رفیق پروفیسر شیخ محمد صادق کی بیٹی' عمر ۲۳ سال' ایم اے اسلامیات کے لئے رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : محمد طاہر خاکوانی
۲۵۔ اے آفیسرز کالونی ملتان' فون : 520451

کراچی میں نقباء اور ذمہ داران کی تربیت گاہ

۱۱/۱اپریل کو لاہور میں نائب امیر حافظ عاکف سعید صاحب کے زیر ہدایت نقباء کیلئے ایک تربیت گاہ منعقد کی گئی تھی جس کو خاصا مؤثر پایا گیا۔ موصوف جب ناظم اعلیٰ کے ہمراہ کراچی کے دورے پر تشریف لائے تو امیر حلقہ نسیم الدین صاحب نے قرآن اکیڈمی میں نقباء کی ایک تربیت گاہ کا اہتمام کر لیا اور دیگر ذمہ داران کی اس تربیت گاہ میں شرکت کو لازمی قرار دیا۔

یہ تربیت گاہ اتوار ۱۶ مئی صبح نو بجے شروع ہوئی۔ نسیم الدین صاحب نے پروگرام کا تعارف کرایا۔ سب سے پہلے انجینئر نوید احمد نے "اسلامی تحریک کے کارکنوں کا قرآن سے ذاتی تعلق کیوں ضروری ہے" کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ تحریک کے کارکنوں کا قرآن کریم سے حصول ہدایت کے لئے ذاتی تعلق ضروری ہے۔ ہدایات یا تو نظری ہوتی ہیں یا عملی' نظری ہدایت حصول ایمان و یقین اور ان میں اضافہ کے لئے ضروری ہے جس کے لئے قرآن کریم کی تلاوت اہم ہے۔ عملی ہدایت تعلیمات قرآنی پر عمل کرنے اور کروانے کی کوشش کے لئے ناگزیر ہے' جس کے لئے قرآن کا فہم اور اس کی دعوت و اقامت کی کوششیں ضروری ہیں۔ سوال یہ ہے کہ قرآن حکیم سے ذاتی تعلق کیوں ضروری ہے؟ وہ اس لئے کہ دنیا میں امن و امان کے قیام اور آخرت میں فوز و فلاح کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد کتاب اللہ ہے۔ مسلمانوں کے عروج و زوال کا تعلق ایمان سے ہے اور اعمال کے حصول کا مؤثر ترین ذریعہ قرآن حکیم ہی ہے۔ انقلابی فکر کو زندہ رکھنے کے لئے بھی قرآن حکیم سے ذاتی تعلق ناگزیر ہے اور یہ مصائب' مشکلات' موانع اور آزمائشوں کے لئے مرہم کا کام دیتا ہے۔ قرآن حکیم سے ذاتی تعلق کی اساسات پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ یہی اساسات ہیں جن کو سورۂ بقرۃ کی ابتدائی آیات میں تقویٰ کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یعنی ایمان بالغیب' اقامت صلوٰۃ' انفاق' قرآن حکیم اور پچھلی آسمانی کتب پر ایمان اور آخرت پر یقین۔

ایمان بالغیب کا مطلب یہ ہے کہ ہر شے کو عقل کی بنیاد پر نہ پرکھا جائے۔ اقامت صلوٰۃ سے تعلق مع اللہ میں ترقی ہوتی ہے۔ انفاق سے قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور آخرت پر یقین ہو تو دنیا میں نتائج کی پرواہ نہیں ہوتی۔ قرآن حکیم سے ذاتی تعلق کیسے؟ کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دعا اور کوشش پیہم سے یہ کام ہو سکتا ہے۔ کوشش پیہم میں باقاعدگی سے تلاوت' عربی زبان سیکھنے کی کوشش' دروسِ قرآن کی محفلوں میں باقاعدگی کے ساتھ شرکت اور اہل علم سے استفادہ شامل ہیں۔ اجتماعیت میں خامیوں کی جانب متوجہ کرنے کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے' ذرائع' مواقع اور وسائل کی فراہمی ممکن ہوتی ہے جن میں عربی گرامر کورس' دورۂ ترجمہ قرآن کی محافل' ہفتہ وار دروس قرآن' کتب و کیسٹس کی فراہمی اور تربیت گاہیں شامل ہیں۔

بعد ازاں ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عبدالخالق نے تنظیم اسلامی میں نقیب کا کردار اور اس کے مسائل' حل اور عملی رہنمائی پر گفتگو کی۔ درحقیقت یہ تربیت گاہ کا اہم ترین موضوع تھا۔ شرکاء کو متوجہ رکھنے کے لئے انہوں نے اپنی گفتگو میں شرکاء کو بھی Involve رکھا۔ انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ دینوی اداروں کے برعکس جن کی نوعیت کاروباری ہوتی ہے' تنظیم کی نوعیت رضاکارانہ ہے اور اس کے رفقاء کی حیثیت رضاکار کی سی ہے۔ یہ کسی مالی منفعت یا کسی عہدے کے اعزاز کے لئے تنظیم میں شامل نہیں ہوئے بلکہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے شامل ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہاں کام لینے کے لئے طریقۂ کار بالکل مختلف ہونا چاہئے۔ نقباء کا تنظیم میں کردار بنیادی اور فیصلہ کن ہے۔ نقباء کے اوصاف میں فکری پختگی' رفقاء کے لئے جذبہ نصح و خیر خواہی' فرائض و واجبات کی ادائیگی اور منکرات سے اجتناب کے اعتبار سے عملی نمونہ بننا اور عام رفقاء کے مقابلے میں زیادہ وقت نکالنا' وسیع القلبی کا مظاہرہ اہم چیزیں ہیں۔ اسرہ کی میٹنگ میں رفقاء کے رجحانات کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں ہوم ورک دیا جانا چاہئے تاکہ اجتماعات میں شرکت پر ان کی آمادگی میں اضافہ ہو۔ یہ محسوس کیا گیا ہے کہ رفقاء کو عموماً یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ذاتی رابطوں کے دوران کیا بات کی جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان میں تنظیم کی فکر کو راسخ کیا جائے۔ اس لئے فکر کو تازہ کرتے رہنا ضروری ہے۔ ان سے تنظیم کے فکر کے بارے میں دریافت کیا جائے۔ اگر کوئی رفیق بیان کرنے سے قاصر ہو تو اسے سمجھایا جائے۔ پھر اس سے اگلے اجتماع میں دریافت کیا جائے۔ یہ سلسلہ بار بار ہونا چاہئے تاآنکہ وہ رفیق اسے اچھی طرح سمجھ لے۔ جب رفیق تنظیم کے فکر کو اچھی طرح سمجھ لے گا تو رابطوں کے دوران اسے دوسروں کے سامنے بھی پیش کر سکے گا۔ بعد ازاں محمد نسیم الدین صاحب نے "دعوت دین' امکانات اور مسائل" کے موضوع پر گفتگو کی۔ نماز ظہر اور طعام کے بعد پونے تین بجے پروگرام دوبارہ شروع ہوا۔

آخری پروگرام حافظ عاکف سعید صاحب کا تھا۔ خطاب کا موضوع "رفقاء کا باہمی تعلق اور ذمہ داران کا اپنے ماموریں کے ساتھ طرز عمل" تھا۔ انہوں نے سورۂ فتح اور سورۂ آل عمران کی آیات تلاوت کے بعد کہا کہ اسلام میں حسن سلوک کا دائرہ کافی وسیع ہے کیونکہ جملہ مخلوقات کو "اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ" "اللہ کا کنبہ" کہا گیا ہے اور انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے لہٰذا یہ حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ لیکن انسانوں میں بھی وہ گروہ جو اللہ کے دین کی سربلندی کی جدوجہد میں لگا ہوا ہے اور جسے قرآن حزب اللہ قرار دیتا ہے' اس سلوک کا سب سے زیادہ حقدار ہے کہ ان میں آپس میں حسن سلوک کا معاملہ ہو۔ لہٰذا اس گروہ کے افراد آپس میں بے حد رحیم ہوتے ہیں اور اس کے برعکس دشمنانِ دین کے لئے بے حد سخت رویہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے نقباء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ میں سے ہر فرد صاحب امر ہے اور ہماری تنظیم شرعی حدود کے اندر ہر حکم کو سننے اور ماننے کا تقاضا کرتی ہے۔ لہٰذا فطری طور پر آپ میں سے ہر فرد کی یہ خواہش ہو گی کہ جو رفقاء اس کے ماتحت ہیں وہ اس کا ہر حکم بجا لائیں۔ لیکن آپ کا رویہ تھانیداروں کا سا نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں یہ کام قرآن و سنت کی روشنی میں کرنا ہے لہٰذا ہمارا رویہ اپنے رفقاء کے ساتھ نرمی اور شفقت کا ہونا چاہئے اور ہمیں تند خوئی سے گریز کرنا چاہئے۔ رفقاء کی خطاؤں پر عفو و درگزر سے کام لینا' اپنے ساتھ ساتھ ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا و استغفار کرتے رہنا اور ان سے اہم معاملات میں مشاورت کرتے رہنا چاہئے۔ ماموریں کو بھی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ان کا ہر مشورہ لازماً مانا جائے گا۔ صاحب امر جو فیصلہ کر دے اسے خوش دلی سے قبول کیا جانا چاہئے۔ ایسے ہر اقدام سے گریز کرنا چاہئے جس سے آپس میں رنجش پیدا ہونے کا امکان ہو مثلاً تمسخر' سوءِ ظن اور غیبت وغیرہ۔ حدیث نبویؐ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہو جاتی ہے جو محض اس کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں' ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھیں اور ایک دوسرے کی زیارت کے لئے ملاقاتیں کریں۔ جبکہ ہمارا تو نصب العین ہی اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ سہ پہر سوا چار بجے تربیت گاہ اختتام کو پہنچی۔ نائب امیر اور ناظم اعلیٰ نائٹ کوچ ٹرین کے ذریعہ عازم لاہور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کوششوں کو مفید بنائے۔ آمین

(رپورٹ : محمد سمیع)

تنظیم اسلامی لاہور شرقی کے نقباء کا اجتماع

۳۰ مئی اتوار کو لاہور شرقی کے نقباء کا اجتماع قرآن اکیڈمی لائبریری میں منعقد ہوا۔ ناظم لاہور شرقی رشید ارشد صاحب نے پروگرام کو کنڈکٹ کیا۔ اس اجتماع میں رفقاء کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ تاہم رفقاء کی شرکت حوصلہ افزا نہ تھی۔ بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ کے درس قرآن سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ درس قرآن کے بعد امیر لاہور شرقی ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے حلقہ ہائے دروس قرآن کی کارکردگی کا جائزہ لیا۔ شرکاء نے دروس قرآن میں رفقاء و احباب کی شرکت کو یقینی بنانے کے لئے مختلف و مفید تجاویز دیں۔ ساڑھے دس بجے فرقان دانش صاحب نے درس حدیث میں امراء و نقباء کی ذمہ داریوں اور اوصاف کے حوالے سے چند احادیث بیان کیں۔

وقفہ کے بعد شرکاء کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔ جناب عمر شکیل نے قرآن و حدیث کی روشنی میں "انفاق فی سبیل اللہ" کی اہمیت واضح کی۔ ڈاکٹر یونس طور صاحب نے تنظیم اسلامی کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے تجاویز پیش کیں۔ مختلف رفقاء نے مشورے دیئے۔ شرکاء کی تجاویز کے حوالے سے چند اہم فیصلے کئے گئے۔ جناب رشید ارشد نے ہفتے میں اپنا ایک دن سیکھنے سکھانے کے لئے فارغ کرنے کا اعلان کیا تاکہ رفقاء عربی گرامر' تجوید یا درس قرآن دینے کا طریقہ سیکھنے کے لئے ان سے استفادہ کر سکیں۔ دوپہر ایک بجے اجتماعی دعا کے ساتھ یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ : عبدالمتین مجاہد)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد 8' شمارہ 21
سالانہ زرِ تعاون ۔/175 روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: [illegible] پریس ریٹی گن روڈ لاہور
مقام اشاعت: [illegible] کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03

معاونین ادارت: [illegible]
[illegible] ○ [illegible] ○ [illegible] خان
[illegible] ○ [illegible] ○ [illegible] خان
نگران طباعت: [illegible]

زبان خلق

متحدہ اسلامی انقلابی محاذ کا قیام

تحریر : قاضی غیاث الدین جانباز

گزشتہ دنوں چار دینی جماعتوں نے متحدہ اسلامی انقلابی محاذ' کے قیام کا اعلان کیا۔ محاذ میں مولانا محمد اکرم اعوان کی تنظیم الاخوان' ڈاکٹر اسرار احمد کی تنظیم اسلامی' مولانا معین الدین لکھوی کی جمعیت اہلحدیث اور جماعت اسلامی کی پالیسیوں سے اختلاف کرنے والوں پر مشتمل تحریک اسلامی شامل ہیں۔ اخبارات نے محاذ کے قیام کی خبر کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ کسی مضمون نگار یا کالم نویس نے بھی محاذ کے قیام کو اہمیت نہیں دی۔ شاید اس لئے کہ محاذ قائم کرنے والوں نے اس کے قیام کے جو مقاصد بیان کئے ہیں ان کے مطابق محاذ میں شامل جماعتیں اقتدار کی کشمکش میں حصہ نہیں لیں گی بلکہ پہلے مرحلہ میں دعوت و تبلیغ سے رائے عامہ ہموار کی جائے گی اور فرمان نبوی ﷺ کے مطابق زبان سے جہاد کا آغاز کیا جائے گا اور جب رائے عامہ تیار ہو جائے تو طاقت کے ساتھ جہاد کیا جائے گا تاکہ وطن عزیز میں دین حق کا نظام عدل اجتماعی قائم اور شریعت اسلامی کا عادلانہ قانون نافذ ہو سکے یا پھر اللہ اس راہ میں انہیں شہادت کی موت عطا کر دے۔ محاذ نے سیکولر نظریات یا مزاج رکھنے والی جماعتوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے سے دو ٹوک انکار کیا ہے کیونکہ اس محاذ میں انتخابات میں حصہ لینے والی راویتی دینی جماعتوں میں کوئی جماعت شامل نہیں ہوئی اس لئے اخبارات نے محاذ کے قیام کو کوئی حیثیت واہمیت نہیں دی۔

عوام جب سے موجودہ سیاسی جماعتوں سے مایوس ہوئے ہیں قیام پاکستان کے بعد پہلی بار عوام میں دینی جماعتوں کے اتحاد کی تڑپ دیکھنے میں آنے لگی ہے اور عوام خواہش رکھتے ہیں کہ دینی جماعتیں متحد ہو کر ملک و ملت کو بحران سے نکالیں۔ میں گزشتہ دو برسوں سے مسلسل اس موضوع پر اپنے خیالات اور عوام کی خواہش کا اظہار کر رہا ہوں۔ میری تحریروں سے متاثر ہو کر نائب امیر جماعت اسلامی جناب لیاقت بلوچ نے مجھے دعوت ملاقات بھی بھیجی تھی۔ لیکن بوجوہ یہ ملاقات نہ ہو سکی۔ یوں بھی مجھے کسی تنظیم کی طرف سے مذاکرات کی اتھارٹی حاصل نہیں تھی اس لئے میں نے جناب لیاقت بلوچ سے ملنے میں زیادہ دلچسپی نہیں لی۔ میری یہ دلی خواہش رہی ہے کہ کم از کم قاضی حسین احمد' مولانا اکرم اعوان' ڈاکٹر اسرار احمد اور دعوت الارشاد کے مفتی محمد سعید اکٹھے ہو جائیں۔ اور اس ضمن میں میں نے کئی مضامین بھی تحریر کئے شاید میری تحریروں کا ہی اثر تھا کہ مولانا اکرم اعوان اور قاضی حسین احمد کے مابین مذاکرات ہوئے اور دونوں جماعتوں کے رہنماؤں پر مشتمل ایک کمیٹی بھی بنی لیکن شاید بات بنی نہیں۔ اب چار جماعتوں نے پیش رفت کر کے اسلامی انقلابی محاذ کے قیام کی داغ بیل ڈالی ہے جس میں دوسری دینی جماعتوں کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی ہے جن میں جماعت اسلامی' جمعیت علمائے اسلام کے گروپوں اور ڈاکٹر طاہر القادری کی جماعت شامل ہیں' کیونکہ یہ جماعتیں کسی نہ کسی طرح انتخابی سیاست میں دلچسپی رکھتی ہیں اور انتخاب کے ذریعے اسلامی نظام کے نفاذ کی امید رکھتی ہیں۔

متحدہ اسلامی انقلابی محاذ کا قیام ہوا کا پہلا خوشگوار جھونکا ہے۔ جس کا خیر مقدم کیا جانا چاہئے۔ اس محاذ کے ذمہ داران کو چاہئے کہ وہ نفاذ اسلام کا نعرہ ہی نہ دیں بلکہ عوام کے سامنے اسلامی نظام معیشت' سیاست اور انصاف کا ٹھوس پروگرام بھی پیش کریں۔ عوام کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام انہیں کیا دے گا؟ جب محاذ کے رہنما عوام کو یہ سمجھانے میں کامیاب ہو گئے کہ اسلام امیروں سے چھین کر غریبوں کو دیتا ہے تو پھر کوئی بڑی شخصیت یا دینی جماعت اس محاذ میں شامل ہو یا نہ ہو؟ عوام محاذ کے ساتھ کھڑے ہو جائیں گے۔ عوام مخلص قیادت کی تلاش میں ہیں بشرطیکہ کوئی ان کے اندر سے اعتماد کا بحران ختم کرنے والا ہو۔ (بشکریہ : روزنامہ "دن" لاہور)

ان شاء اللہ العزیز ——— نئے تعلیمی سال سے
مرکزی انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام' ماڈل ٹاؤن لاہور میں

قرآن کالج فار گرلز
(چھٹی کلاس سے ایف اے تک)

کا اجراء حسب اعلان کیا جا رہا ہے۔

- فرسٹ ایئر میں داخلے میٹرک کا رزلٹ آنے کے فوراً بعد شروع ہو جائیں گے۔ (توقع ہے کہ 30 جون تک میٹرک کا رزلٹ آجائے گا)
- سکول و کالج کے مروجہ نصاب کے علاوہ دینی تعلیم و تربیت کا بھی مناسب اہتمام ہو گا۔
- کالج کے ساتھ ہاسٹل کی سہولت موجود نہیں ہے' لہٰذا بیرون لاہور سے صرف وہی بچیاں داخلہ کی درخواست دیں جن کے لئے لاہور میں اپنے طور پر قیام کی مناسب سہولت موجود ہو۔
- کالج کا پراسپکٹس 15 جون تک طبع ہو جائے گا' ان شاء اللہ

المعلن : ناظم قرآن کالج 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 5869501-03